جنوب مشرقی ایشیا میں اشاعتِ اسلام

مولانا محمد فاروق خان°

جس طرح نبیوں کی منصبی ذمہ داری یہ رہی ہے کہ وہ اپنی قوم تک خدا کا پیغام پہنچائیں، اسی طرح خدا کے آخری نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی منصبی ذمہ داری یہ تھی کہ ساری انسانیت تک حق کا پیغام پہنچائیں اور راہِ راست سے باخبر کریں۔ آپؐ نے اپنی زندگی میں بغیر کسی فرق وامتیاز کے اس فرضِ منصبی کو ادا فرمایا، اور آپؐ کی زندگی ہی میں ۱۰ لاکھ مربع میل پر دین اسلام قائم ہوگیا۔ آپؐ نے نہ صرف یہ کہ اپنے زمانے کے لوگوں کی ہدایت کی فکر کی بلکہ روزِ قیامت تک پیدا ہونے والے انسانوں کی ہدایت کی فکر بھی آپؐ کو دامن گیر تھی۔ آپؐ نے اپنے پیچھے جو امت چھوڑی اس کی منصبی ذمہ داری بھی یہی قرار دی کہ وہ سارے عالم کی پاسبان ہو اور اس کی پوری کوشش یہ ہو کہ دنیا حق کے پیغام سے بے خبر نہ رہے۔ آپؐ نے مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا: انتم شهداء الله فی الارض، ''تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو''۔ یہ بات تین بار آپؐ نے فرمائی۔

اللہ رب العزت نے امت مسلمہ کو جس منصب پر فائز کیا ہے اس سے بلند مقصد کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ قرآن میں کہا گیا ہے کہ تمھیں صرف اپنے لیے نہیں بلکہ سارے عالم کے لیے برپا کیا گیا ہے۔ اس میں رنگ ونسل اور ملک کی کوئی قید نہیں ہے۔ قرآن حکیم میں اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ تمھیں ہم نے 'بہترین اُمت' بنایا ہے تاکہ تم سارے ہی انسانوں پر گواہ رہو، اور ان کے سامنے حق کو اسی طرح پیش کرو جس طرح خدا کے نبیؐ نے تمھارے سامنے حق کو بے کم وکاست پیش فرمایا ہے۔ (البقرہ ۲:۱۴۳)

° قرآنِ مجید کے ہندی میں مترجم

اُمت مسلمہ ایک داعی امت ہے۔ اس کے پاس ایک دائمی اور آفاقی پیغام ہے، جو سراپا خیر ہے اور جس میں انسانوں کا مال دار طبقہ ہو یا نادار، جن کی بنیادی ضرورتیں بھی پوری ہونی مشکل ہو رہی ہوں، خیر خواہ ہو یا بدخواہ، دوست ہو یا دشمن، صلح جو ہو یا برسرِ پیکار، قوی ہو یا کمزور، عورت ہو یا مرد، بچہ ہو یا بوڑھا، سب کی رعایت کی گئی ہے اور سب کے حقوق کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اسلام کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تعلق اصلاً صرف ظاہری زندگی ہی سے نہیں بلکہ انسان کی روحانی اور باطنی زندگی سے بھی ہے۔ اس دین میں پاکیزگی اور نظافت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اس کا مزاج حیا سے زیادہ لطیف ہے۔ بھلائی اور خیر اس کا عنوان ہے۔ چنانچہ دین کو 'نصح' کا نام دیا گیا ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ انسان کی زندگی میں ایک ایسا انقلاب آئے جو اس کی فکر کو آفاقی فکر بنادے اور ہر طرح کی تنگ دامانیوں اور خود غرضی کی گندگیوں سے اسے نکال دے، اور وہ یہ سمجھ جائے کہ سارے انسان باہم ایک دوسرے کے اعضا کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہم دنیا اور اہل دنیا کو اپنی تنگ نگاہوں سے نہیں بلکہ حکیم و ودود، حی و قیوم خدا کی نگاہ سے دیکھنے لگیں۔ ہمارے قلب اتنے وسیع ہو جائیں کہ آسمان کو بھی اپنا دامن تنگ نظر آنے لگے۔

قرآن میں ہے کہ سارے انسان ایک گروہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ باہمی عناد، دشمنی اور بُغض، یہ شیطان کے لگائے ہوئے پودے ہیں۔ حضوؐر نے بھی انسانوں کو بھائی بھائی قرار دیا ہے۔ بھائی، بھائی کا خیر خواہ ہوتا ہے بدخواہ نہیں۔ بھائی کی ترقی سے بھائی کو خوشی ہوتی ہے رنج نہیں۔ دوسروں کی دولت و ثروت کو دیکھ کر خوشی محسوس کرنا سب سے بڑی سخاوت ہے۔ انسان کی بنیادی ضرورتیں پوری ہوں اور وہ اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے سے غافل نہ ہو، دنیا کی زندگی میں یہی کافی ہے۔ آرزوئیں، تمنائیں اور بڑی بڑی خواہشات جو انسان کے اندر پائی جاتی ہیں، آخرت انھی کی تعبیر ہے۔

اسلام کی یہ تعلیمات اور اس کا یہ پیغام ایسا ہے کہ دنیا کو سب سے زیادہ اسی کی ضرورت ہے، اور یہ ضرورت وہی لوگ پوری کر سکتے ہیں جو اس دین کے حامل ہیں، جو خدا کا نازل کردہ دین ہے اور جن کے پاس دینِ حق اور خدا کی کتاب مستند شکل میں موجود ہے۔

ہر مسلم شخص کی حیثیت منصب کے لحاظ سے داعی کی ہے۔ دعوتی کام فرضِ عین ہے۔ اسے فرضِ کفایہ سمجھنا غلط ہے، جیسا کہ مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا تھا۔ دورِ اول میں مسلمانوں کے اندر

دعوتی جذبہ بخوبی پایا جاتا تھا۔ وہ جہاں بھی گئے، خواہ تجارت ہی کے لیے گئے ہوں، اپنے ساتھ دعوت حق کو لے کر گئے اور انھوں نے لوگوں کو اس سے روشناس کرایا۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے ہر گوشے میں دینِ حق کا نام لینے والے موجود ہیں۔ بعد کے دور میں، جب کہ مسلمانوں کی تعداد اچھی خاصی ہوگئی تو ایسا لگتا ہے کہ وہ اس بات کو بھول گئے کہ ان کی عزت اور عظمت کا اصل تعلق اس منصب سے ہے جس پر اللہ نے انھیں فائز کیا ہے۔ مسلمانوں میں چھوٹی بڑی کتنی تحریکیں اٹھیں اور کتنی تنظیمیں پائی جاتی ہیں، لیکن ان کے دستور میں فرضِ منصبی 'دعوت' کا کوئی ذکر ہی نہیں ملتا، الاماشا اللہ۔ پھر بھی اسلام اپنی قوت اور جاذبیت سے لوگوں کو اپنی طرف کھینچتا رہا ہے اور سعادت مند روحیں اسلام سے مستفید ہوتی رہی ہیں۔ اس تحریر میں پاک و ہند میں اشاعت اسلام کی تاریخ کا ایک مختصر جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ہمارے اندر یہ دعوتی جذبہ اُبھرے اور کبھی سرد نہ پڑے۔

اسلام کا پیغام خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں جزیرۂ عرب سے باہر دوسرے ملکوں میں پہنچنا شروع ہوگیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود قیصر و کسریٰ کو دعوتی خطوط روانہ فرمائے تھے۔ دنیا سے آپؐ کو رخصت ہوئے کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ اسلام دنیا کے ایک بڑے حصے پر چھا گیا اور اس کا پیغام دور دراز علاقوں تک پہنچ گیا۔ جہاں تک ہندستان کا تعلق ہے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ملک سے خصوصی دل چسپی تھی اور آپؐ چاہتے تھے کہ یہ ملک دین حق کی برکات سے محروم نہ رہے۔ چنانچہ آپؐ نے ان لوگوں کو بشارت دی جو ہندستان میں دعوت حق کے پہنچانے کی عظیم ذمہ داری ادا کریں گے۔ حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کے دو گروہوں کو اللہ نے جہنم کی آگ سے محفوظ رکھا ہے۔ ان میں سے ایک جماعت وہ ہے جو ہندستان کے غزوے میں شریک ہوگی'' ۔(نسائی)

● **صحابہ کرامؓ کی آمد:** آپؐ کی رحلت کے بعد صحابہ کرامؓ نے غیر منقسم ہندستان کی طرف توجہ کی۔ صحابہ کرامؓ کے نفوس قدسیہ سے ہندستان کو فیض یاب ہونے کا موقع ملا۔ ہندستان میں صحابہؓ کی آمد ۱۵ھ سے شروع ہوئی اور یہ سلسلہ بعد تک جاری رہا۔ حضرت عمرو بن العاص ثقفیؓ جو بحرین کے گورنر تھے، انھوں نے حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں عمان کے راستے سے ہند کے ساحل پر ایک لشکر بھیجا تھا، یہ لشکر تھانہ (ممبئی) اور بھڑوچ (گجرات) تک پہنچ گیا تھا۔ حضرت عثمان

بن ابی العاص ثقفیؓ بھی بحرین کے گورنر مقرر ہوئے تھے۔ انھوں نے تین اطراف سے ہندستان پر فوج کشی کی تھی۔ یہ فوج کشی ان کے بھائی حکم بن ابی العاصؓ کی سرکردگی میں کی گئی تھی۔ اس مہم میں تھانہ اور بھڑوچ دونوں ساحلی مقاموں پر فتح حاصل ہوئی۔ حضرت عثمان بن ابی العاصؓ نے ایک بحری فوج اپنے دوسرے بھائی حضرت مغیرہ بن ابی العاص کی زیر قیادت دیبل کی طرف روانہ کی تھی۔ یہ لشکر بھی فتح یاب ہوا۔ یہاں یہ بات پیش نظر رہے کہ لشکر کشی کا اصل مقصد اشاعتِ اسلام تھا۔ جنگ کی نوبت اسی وقت آتی جب اشاعت اسلام کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کی جاتیں۔

حضرت علیؓ نے ۳۰ھ میں حضرت حارث بن مرہ عبدیؓ کو اس کی اجازت دی کہ وہ رضا کاروں کی جماعت لے کر ہندستان کا رخ کریں۔ حضرت معاویہؓ کے عہد میں ۴۴ھ میں حضرت مہلب بن ابی صفرہؓ نے بھی ہندستان کا رخ کیا تھا۔ حضرت مہلبؓ نے دریاے سندھ کو پار کرکے ملتان تک فتح کرلیا تھا۔ اسی لیے بعض تاریخ کی کتابوں میں انھیں ہندستان کا فاتحِ اول کہا گیا ہے۔

۹۹ھ میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ ہوئے۔ انھوں نے ہندستان کے راجاؤں کو خطوط لکھے۔ ان خطوط میں انھیں اسلام لانے کی دعوت دی گئی اور انھیں اسلام کی خوبیوں سے واقف کرایا گیا۔ بہت سے لوگ ایمان بھی لائے۔ آپ نے عمر بن مسلم باہلی کو سندھ کا گورنر مقرر کرکے بھیجا اور تمام راجاؤں کو خط تحریر فرمایا۔ خط کا مضمون یہ تھا:

> تم اسلام قبول کرلو اور بت پرستی کی ظلمت سے نکل آؤ۔ اگر تم مسلمان ہوتے ہو تو تمھیں تمھاری ریاست پر بدستور قائم رکھیں گے۔ تمھاری خطائیں معاف کردیں گے اور تمھارے ساتھ ہمارا سلوک سب مسلمانوں جیسا ہوگا اور تمھیں اپنا بھائی سمجھیں گے۔

جب یہ خطوط رؤساے ہند کے پاس پہنچے تو سب سے پہلے ابن داہر نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔ اس کے بعد دوسرے راجاؤں نے بھی جو عام طور پر اس کے رشتے دار تھے، اسلام قبول کرلیا۔

● **محمد بن قاسم:** ہند میں اشاعت اسلام کے تعلق سے محمد بن قاسم کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ محمد بن قاسم کی فوج کشی کے وقت لنکا میں مسلمانوں کی اچھی خاصی آبادی تھی اور وہ عربوں کی تجارت کا ایک مرکز بن چکا تھا۔ لنکا سے عرب تاجروں کا ایک جہاز عراق جارہا تھا جس کو سندھ کی بندرگاہ دیبل کے قریب راجا داہر کے لوگوں نے لوٹ لیا۔ عرب تاجروں کو قید کرلیا گیا جن میں

ایک لڑکی بھی تھی۔ حجاج کو جب اس کی اطلاع ملی تو حجاج نے راجا داہر کو لکھا کہ عربوں کو عزت و احترام کے ساتھ بصرہ روانہ کردے اور مجرموں کو قرار واقعی سزا دے۔ راجا داہر نے اس مطالبے کو رد کردیا اور کہلا بھیجا کہ یہ حرکت بحری ڈاکوؤں کی ہے جو میرے بس سے باہر ہیں۔

حجاج نے محمد بن قاسم کو لشکر کے ساتھ سندھ روانہ کیا۔ محمد بن قاسم کی عمر اس وقت صرف ۱۷ سال تھی لیکن وہ بڑی سوجھ بوجھ کے مالک تھے۔ محمد بن قاسم سندھ جاتے ہوئے، سیرستان کے علاقے سے گزرے تو چنا قوم نے اپنے ایک آدمی کو بھیجا کہ وہ چھپ کر مسلمانوں کے حالات سے واقفیت بہم پہنچائے۔ وہ جب اسلامی لشکر کے قریب آیا تو اس وقت محمد بن قاسم نماز کے لیے صفیں درست کرا رہے تھے۔ اسلامی لشکر نے ان کی امامت میں نماز ادا کی۔ چنا قوم کے آدمی نے بچشم خود جو کچھ مشاہدہ کیا واپس جا کر بے کم و کاست اپنی قوم سے بیان کیا۔ قوم پر اس کا غیر معمولی اثر ہوا۔ اس قوم کے لوگ اسلام قبول کرنے کے ارادے سے محمد بن قاسم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

محمد بن قاسم کے زمانے سے ہندستان میں مسلمانوں کی فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا۔ سب سے پہلے انھوں نے سندھ کو فتح کیا۔ یہاں کے لوگوں میں اعلان کرا دیا کہ تم سب آزاد ہو، تمھیں کسی قسم کی تکلیف نہیں دوں گا، کسی کے مذہب میں کسی قسم کی دست درازی نہیں کی جائے گی۔ محمد بن قاسم نے حجاج کی نصیحت کو اپنے پیش نظر رکھا۔ حجاج نے کہا تھا: ''ہر ایک کو کلمۂ اسلام کی دعوت دینا اور جو کوئی مشرف بہ اسلام ہو جائے اس کی تربیت کا نظم کرنا''۔

قیامِ حکومت کے ساتھ ساتھ محمد بن قاسم دعوت حق کے فرائض انجام دیتے رہے۔ تربیتی ادارے، مساجد اور مدارس بھی قائم کیے۔ محمد بن قاسم نے الور میں مدرسے کے علاوہ دارالقضا بھی قائم کیا تھا۔ دیبل کی فتح ۹۳ھ کے بعد وہاں چار ہزار مسلمانوں پر مشتمل ایک بستی آباد کی گئی۔ ایک مسجد کی تعمیر بھی ہوئی۔ یہ چار ہزار افراد حقیقت میں چار ہزار مبلغینِ اسلام تھے۔

محمد بن قاسم کا اتنا اچھا اثر تھا کہ جب وہ سندھ سے رخصت ہونے لگے تو مسلمان ہی نہیں ہندو بھی ان کی جدائی پر اشک بار ہوگئے اور کہا کہ ''آپ جیسا مہربان فاتح کبھی بھی نصیب نہیں ہوا۔ ہم آپ کے محاسن کو ہمیشہ یاد رکھیں گے''۔ انھوں نے محمد بن قاسم کی یاد میں ایک دھرم شالہ بھی تعمیر کیا۔ کچھ ہندوؤں اور بودھوں نے محمد بن قاسم کا بت بنا کر اس کی پرستش بھی شروع کر دی۔

● **مالابار:** ہندستان میں مسلمانوں کی حکومت قائم ہونے سے پہلے ہی اسلام پھیلنے لگا تھا اور جب مسلم فوجیں لڑائیوں میں مصروف تھیں، اس وقت بھی کتنے ہی مسلم علما و مشائخ کے ذریعے سے اشاعت اسلام کا کام ہورہا تھا۔ خاص طور سے پنجاب اور بنگال میں بہت سے لوگ ان کی تقاریر کے اثر سے اسلام میں داخل ہوئے۔ رہی بات مالابار کے علاقے میں اسلام کے پھیلنے کی تو وہاں اولین دور میں اسلام کی مقبولیت کی وجہ وہاں کے راجا سامری (سامدری) کا مسلمان ہونا بتایا جاتا ہے۔ دوسری صدی ہجری کے بعد کا واقعہ ہے کہ مشائخ کی ایک جماعت لنکا کی طرف جارہی تھی لیکن مخالف ہوا کی وجہ سے ان کی کشتی مالابار کے شرکون (کوچن) پہنچ گئی۔ اس جماعت نے وہاں کے حاکم (راجا) سامری جسے زمورن (چیرامن پرومل) بھی کہا جاتا ہے، اس سے ملاقات کی۔ یہودیوں، نصرانیوں نے سامری کو اسلام کے بارے میں غلط باتیں بتا رکھی تھیں۔ اب سامری کو تحقیق کا موقع ملا۔ اس نے اسلام اور پیغمبرؐ اسلام کے بارے میں صحیح معلومات حاصل کیں۔ تحفۃ المجاہدین کے حوالے سے تاریخ فرشتہ میں یہ قصہ نقل ہوا ہے۔

راجا سامری (زمورن) مسلمان ہوگیا لیکن اس نے اپنے ایمان کو مخفی رکھا۔ راجا عرب گیا، عرب ہی میں انتقال ہوا۔ مرتے وقت اس نے تاکید کی کہ ہم سبھی کا مقصد اسلام کی اشاعت ہے۔ اس لیے بہتر ہے کہ آپ لوگ مالابار اپنا تجارتی سفر جاری رکھیں، وہاں قیام کریں، مکان بنائیں اور لوگوں کو دین حق کی طرف متوجہ کریں۔ راجا نے اپنی زبان میں خطوط بھی لکھ کر عرب تاجروں کے حوالے کیے۔ جب انھوں نے وہ خطوط مالابار کے حاکم کو دکھائے تو وہ مہربان ہوگیا۔ اس طرح اشاعت اسلام کی راہ یہاں ہموار ہوئی اور مسلمانوں نے کولم، گرنگانور، کالی کٹ، منگلور، کاسہ کوڈ وغیرہ کئی مقامات پر مساجد تعمیر کیں۔

مدراس اور مالابار کے اطراف میں جو لوگ بستے تھے وہ ویدک یا برہمنی مذہب کے پیرو نہیں تھے۔ ان کی اکثریت ہندستان کے قدیم باشندوں پر مشتمل تھی جن کو آریوں نے اس علاقے میں پناہ لینے پر مجبور کیا۔ مالابار اور اس کے اطراف میں جو پرانی قوم آباد ہے، وہ نائر کہلاتی ہے۔ اس کے پاس اپنا کوئی باقاعدہ مذہب نہ تھا۔ ہندو اسے حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اسلام میں انھوں نے اپنی عزت محسوس کی اور تیزی سے یہ قوم اسلام کی طرف بڑھی۔ یہ پورا علاقہ اسلام کے

دائرے میں داخل ہوجاتا اگر یہاں پرتگیز نہ پہنچتے۔ پرتگیزوں نے عربوں کی تجارت کا راستہ بند کردیا اور یہاں کے لوگوں کو مجبور کیا کہ وہ عرب اور مصر سے اپنے تعلقات منقطع کرلیں۔ عرب سے ہندستان کے ساتھ تجارتی تعلقات اسلام سے پہلے سے چلے آرہے تھے۔ عرب تاجر خلیج فارس کی بندرگاہوں سے ہوتے ہوئے سندھ آتے تھے اور پھر سمندر کے کنارے کنارے کوکن اور گجرات کے ساحل سے گزر کر مدراس پہنچتے اور یہاں سے مشرقی بنگال اور آسام ہوکر چین کی طرف نکل جاتے تھے۔ راستے میں مالدیپ، سیلون، جاوا، سماترا، سنگاپور اور دوسرے جزائر کا بھی رخ کرتے تھے۔ پرتگیزوں نے مالابار اور اس کے اطراف میں اسلام کی اشاعت کی راہ میں بڑی رکاوٹ کھڑی کردی ورنہ اس علاقے کا نقشہ آج کچھ دوسرا ہوتا۔ عرب اور ایران کے سوداگروں کی کوشش سے گجرات اور دکن کا علاقہ پورا کا پورا مسلمان ہوجاتا۔ پندرھویں صدی عیسوی کی ابتدا میں مالابار کی کل آبادی کا پانچواں حصّہ مسلمان تھا۔ شیخ شریف بن ملک کے اثر سے بھی مالابار کے ایک راجا نے اسلام قبول کیا تھا۔ یہ واقعہ دوسری صدی ہجری کا ہے۔

● **لنکا:** جزیرۂ سیلون میں اسلام دوسری صدی ہجری میں مسلم سیاحوں کے ذریعے سے پہنچا۔ ان سیاحوں میں شیخ شریف بن ملک اور مالک بن دینار زیادہ مشہور وممتاز ہیں۔ ان ہی کی کوششوں سے گرانگانور کا راجا مسلمان ہوا تھا۔ ایک ایرانی مسلم شخصیت ابن شہریار کے نزدیک ہندستان کے جزیروں میں سب سے پہلے سراندیپ (لنکا) میں اسلام کی روشنی پھیلی۔ اس کے بعد مالابار کا علاقہ ہے جہاں اسلام کی اشاعت ہوئی۔ ابن شہریار (م: ۴۰۴ھ) نے لکھا ہے کہ جب عرب تاجروں کے ذریعے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبر سراندیپ کے لوگوں نے سنی، توانھوں نے ایک شخص کو تحقیق کوائف کے لیے عرب بھیجا۔

اس کے بعد یہاں اسلام کی اشاعت تیزی سے ہونی شروع ہوگئی۔ تاریخ فرشتہ کی رُو سے ہندستان میں اسلام کا پہلا مرکز سیلون ہے اور تحقیق کے لیے جو پہلا وفد عرب روانہ ہوا تھا اس کا تعلق بھی سیلون ہی سے تھا۔ عرب تاجروں کے قافلوں کی آمد کا ایک سلسلہ یہاں قائم ہوگیا تھا۔ لنکا کے راجا کو صحابہ کے عہد مبارک (۴۰ھ) ہی میں مسلمان ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

● **مالدیپ:** مالدیپ اسلام کا دوسرا مرکز تھا۔ جزائر مالدیپ پر مسلمانوں نے کوئی

چڑھائی نہیں کی۔ آٹھویں صدی عیسوی میں وہاں کا راجا مسلمان ہوگیا، پھر ساری آبادی ہی نے اسلام قبول کرلیا۔ یہاں کے راجا اور یہاں کے باشندوں کے ایمان لانے کا سبب شیخ ابوالبرکات بربری مغربی کی ذات گرامی تھی۔ شیخ ابوالبرکات مالدیپ میں ایک شخص کے مہمان تھے۔ انھوں نے دیکھا کہ ایک نوجوان لڑکی کو اچھا لباس پہنا رہے ہیں اور اس کا بناؤ سنگار کیا جارہا ہے، مگر اس کے ساتھی لوگ رو بھی رہے ہیں۔ شیخ نے سبب دریافت فرمایا تو انھیں بتایا گیا کہ ہر سال سمندر میں ایک بڑی طغیانی آتی ہے۔ اس طوفان کو فرو کرنے کے لیے ایک اکلوتی بیٹی کو بھینٹ چڑھایا جاتا ہے۔ نوجوان میزبان نے کہا کہ اس سال باری میری لڑکی کی ہے۔ میں راجا کے حکم سے مجبور ہوں کہ اپنی لڑکی کو بھینٹ چڑھادوں۔ شیخ نے کہا کہ اس کے بجائے مجھے لباس پہنا کر بھیج دو۔ میں بلا سے نپٹ لوں گا۔ میزبان نے انکار کیا کہ میں کیسے ایک مہمان کو ہلاکت کے حوالے کرسکتا ہوں! مگر شیخ نے بے حد اصرار کیا اور بالآخر انھیں سمندر سے ملحق ایک مندر میں چھوڑ آئے تاکہ وہ سمندری طوفان کی نذر ہوجائیں اور لوگ بلا سے نجات پالیں۔ زور کا جوار بھاٹا چڑھا۔ کہتے ہیں کہ ایک خوفناک بلا مندر میں داخل ہوئی، شیخ قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہے۔ بلا سہم کر خود ٹل گئی۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ وہاں کا راجا اور رعایا سب کے سب دائرۂ اسلام میں داخل ہوگئے۔

● **سندھ:** سندھ اور اس کے اطراف میں صحابہ کرامؓ کی تشریف آوری ہوئی۔ آج سے تقریباً چھے سو برس پہلے سید یوسف الدین یہاں تشریف لائے۔ یہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی اولاد میں سے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ انھیں خواب میں حکم ہوا تھا کہ وہ بغداد چھوڑ کر ہندستان جائیں اور وہاں کے لوگوں میں اسلام کی تبلیغ کریں۔ ۱۴۲۲ء میں وہ سندھ تشریف لائے اور ۱۰ سال تک وہ سندھ میں مقیم رہے اور اشاعتِ اسلام کے کاموں میں خود کو مصروف رکھا۔ آپ کی کوششوں سے لوہانہ قوم کے سات سو خاندانوں نے اسلام قبول کرلیا۔ مشرقی سندھ اور علاقہ بہاول پور میں سیّد جلال بخاری کی تعلیم کے زیر اثر حق کی روشنی پھیلی۔ ان کی اولاد میں حضرت مخدوم جہانیاں کے ہاتھ پر پنجاب کے بیسیوں قبیلے ایمان لے آئے۔

● **دکن:** عرب تاجر، سپاہی اور مبلغ یہاں بہمنی خاندان اور بیجاپور کے بادشاہوں کے دورِ حکومت میں آئے۔ ان کی دعوت اور ان کے عملی نمونوں سے متاثر ہوکر لوگ ایمان لے آئے۔

دکن کے مغربی اضلاع میں ذات پات کا نظام بہت ہی جابرانہ تھا۔ تراونکوڑ میں بعض پست قوموں کے لیے لازم کر دیا گیا تھا کہ وہ برہمنوں سے کم سے کم ۷۴ قدم دور رہا کریں۔ سڑک پر چلیں تو آواز کرتے چلیں، تاکہ برہمنوں کو ان کی آمد کی خبر ہو جائے۔ پست ذات کے لوگ اس ذلت سے نجات پانے اور معاشرے میں اپنا مقام حاصل کرنے کے لیے کثرت سے اسلام میں داخل ہو گئے۔ مناولی علاقے میں شنار نام کی ایک قوم پست قوموں میں شمار کی جاتی تھی حالانکہ مادی اور تعلیمی و معاشرتی لحاظ سے عام ہندوؤں سے آگے تھی۔ ہندو ان سے اہانت آمیز سلوک کرتے تھے۔ چند شنار مندر میں داخل ہو گئے تو ہندوؤں نے انھیں زدوکوب کیا۔ اس پر شناروں نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ مسلمان ہو جائیں گے۔ چنانچہ تقریباً چھے شنار تو اسی روز مسلمان ہو گئے۔ جب آس پاس کے دیہاتوں تک اس کی خبر پہنچی تو شنار قوم مسلمان ہوتی چلی گئی۔ کہتے ہیں کہ دکن میں اسلام کی ابتدا پیر مہابیر کھمد ایت سے ہوئی، جو سات سو برس پہلے بیجاپور تشریف لائے تھے۔ ان کے علاوہ ایک اور بزرگ جو شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی اولاد میں سے تھے وہ بھی یہاں پہنچے۔

جنوبی ہند کی ایک قوم (راوتسن) ہے۔ اس کی زبان تامل ہے اور آج کل یہ زیادہ تر مدادورہ، تنولی، کوئمبٹو، شمالی اراکاٹ اور نیل گری کے اضلاع میں پائے جاتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ چند مبلغوں کی تلقین سے انھوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور سید نثار شاہ (۹۶۹ء-۱۰۳۹ء) تھے۔ موصوف نے ترچناپلی میں سکونت اختیار کی تھی۔ مسلمانوں نے ان کے نام پر ترچناپلی کا نام نثارنگر رکھا تھا۔ اس قوم کے لوگ ان مبلغوں کی قبروں کا آج تک احترام کرتے ہیں۔ ان مبلغوں میں سیّد ابراہیم شہید بھی قابلِ ذکر ہیں۔ اس سلسلے میں شاہ حمید (۱۵۳۲ء-۱۶۰۰ء) کا نام بھی معروف و مشہور ہے۔ یہ شمالی ہند مانک پور میں پیدا ہوئے تھے۔ انھوں نے اپنی عمر کا بڑا حصّہ دعوتی اسفار میں صرف کیا۔ آخر میں انھوں نے ناگور میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ جنوبی ہند میں ایک قوم دودکلا ہے۔ اس قوم کا پیشہ کپاس صاف کرنا اور کپڑے بننا ہے۔ اس قوم کا بیان ہے کہ یہ قوم بابا فخرالدین کی تبلیغ سے اسلام میں داخل ہوئی۔

ہدایت کے لیے مدراس بھی چند بزرگوں کا رہین منت ہے جن میں سب سے زیادہ معروف و مشہور سیّد نثار شاہ ہیں، جن کا مزار چناپلی میں ہے اور دوسرے بزرگ سید ابراہیم شہید

ہیں، جن کا مزار ارداری میں ہے۔ تیسرے بزرگ شاہ الحامد ہیں جن کا مزار ناگپور میں ہے۔ نیوگنڈہ کی طرف کی مسلم آبادی بالعموم اسلام لانے میں اپنے کو بابا فخرالدین کی رہین منت سمجھتی ہے۔ بابا فخرالدین ہی کی شخصیت ہے جن کے ہاتھ پر وہاں کا راجا بھی مسلمان ہوا تھا۔

● **وسطی ہند:** خواجہ معین الدین اجمیریؒ (م:۶۳۲ھ) کی برکت سے راج پوتانہ میں خاص طور پر اسلام کی اشاعت ہوئی۔ انھوں نے راج پوتانہ کے علاوہ یوپی، بہار اور دکن میں بھی سلسلۂ تبلیغ شروع کیا۔ امپیریل گزیٹر کے مطابق میوقوم کے اسلام لانے کی تاریخ ہزار عیسوی یا اس کے بعد کی ہے۔ یہ قوم سید سالار مسعود غازی کے ہاتھ پر ایمان لائی۔

● **پنجاب:** پنجاب میں سب سے پہلے داعی اسلام حضرت سید اسماعیل نجاریؒ تھے۔ پانچویں صدی ہجری میں لاہور میں ان کی تشریف آوری ہوئی۔ آپ کی آواز میں بلا کی تاثیر تھی۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ آپ کی تقریر سننے آتے تھے۔ آپ کی برکت سے بہت سے لوگ اسلام سے فیض یاب ہوئے۔ ایک اور بزرگ حضرت سید صدرالدینؒ اور ان کے صاحبزادے حضرت حسن کبیرالدینؒ بھی پنجاب کے بہت بڑے مبلغ رہے ہیں۔ حضرت مخدوم علی ہجویریؒ پانچویں صدی ہجری میں لاہور آچکے تھے۔ ان کی تبلیغ سے اسلام لانے والوں کا سلسلہ ملتان اور کوہ شوالک کے دامن تک پہنچا۔ سیّد اسماعیل نجاریؒ نے لاہور میں قیام کرکے دعوتی کام کو بہت زیادہ وسعت دی۔ یہ شہاب الدین غوری کے پہلے حملے سے قبل تشریف لائے تھے۔

● **گجرات:** گجرات میں حضرت امام شاہ پیرانویؒ اور ملک عبداللطیفؒ کی کوششوں سے اسلام کی اچھی خاصی اشاعت ہوئی۔ گجرات کے مسلمان تاجروں کا بھی اسلام کی تبلیغ میں بڑا حصّہ ہے۔

● **کشمیر:** سلطان رین چند شاہ کے عہد میں کشمیر میں اسلام کے داعیوں کی آمد شروع ہوئی۔ سب سے پہلے سید شرف الدین بلبل شاہ تشریف لائے۔ سلطان رین چند شاہ، سید صاحب سے متاثر ہوکر (چودھویں صدی عیسوی میں) ان کے دست حق پر اسلام لے آئے۔ کشمیر کے باشندے اس نئے مذہب سے بے حد متاثر ہوئے اور یہاں کی بیش تر آبادی دائرۂ اسلام میں داخل ہوگئی۔ رین چند شاہ کا اسلامی نام صدرالدین رکھا گیا۔

سید حسین سمنانی (م:۷۷۳ھ) شاہ شہاب الدین کے عہد میں کشمیر تشریف لائے۔

چودھویں صدی کے آخر میں سید علی احمد ہمدانی سات سیدوں کے ہمراہ ایران سے تشریف لا کر کشمیر میں سکونت پذیر ہوئے اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں لگ گئے۔ پندرھویں صدی کے آخر میں ایک شیعہ مبلغ شمس الدینؒ عراق سے آئے۔ ان کے ہاتھ پر بھی بہت سے ہندو ایمان لے آئے۔ کستوار کا راجپوت راجا سید شاہ فریدالدین کی کرامت سے متاثر ہو کر دائرۂ اسلام میں داخل ہوا۔ اس کی پیروی میں اس کی اکثر رعایا نے بھی اسلام قبول کیا۔ سیف الدین خاندانی برہمن حضرت سید میر محمد ہمدانی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔ سید میر محمد نے کشمیر میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی۔ ان کے اخلاق و کردار اور کرامات سے اس قدر لوگوں نے اسلام قبول کیا جس کی نظیر مشکل سے ملے گی۔

● **بنگال:** سب سے پہلے یہاں سید جلال الدین تبریزیؒ نے دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دیا۔ ڈاکٹر انعام الحق کا خیال ہے کہ حضرت تبریزیؒ ۱۲۰۰ء میں بنگال پہنچے۔ وہاں لکشمن سین کی حکومت تھی۔ سیدالعارفین کے مطابق ان کی وفات ۱۲۲۴ء میں ہوئی۔ شیخ جلال الدینؒ، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے خاص خلفا میں سے تھے۔ اسلام کی بیداری کے خاص آثار بنگال میں ۱۹ویں صدی میں نمایاں ہوئے۔ متعدد جماعتوں نے اس صوبے میں مبلغین روانہ کیے۔ انھوں نے توہمات کو دور کرنے کی کوشش کی اور دینی جذبے کو اُبھارا اور اسلام کی اشاعت کی۔ ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ شیخ جلال الدین تبریزیؒ کے علاوہ کئی دوسرے بزرگ بھی بنگال آئے اور انھوں نے اسلام کی اشاعت کا کام کیا۔ ان بزرگوں میں سے ایک شیخ سراج الدین بھی تھے۔ انھیں کافی مقبولیت حاصل ہوئی۔ وہاں کا حکمراں بھی ان کا مرید تھا۔ ان کی وفات ۱۳۵۷ء میں لکھنوتی میں ہوئی۔

شیخ جلال الدین تبریزیؒ کے ایک مرید خاص شیخ علاء الدین علاالحق ہوئے ہیں۔ انھوں نے اپنے مرشد کے انتقال کے بعد رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھا۔ ان کے ذریعے سے بہت سے لوگ حلقۂ بگوش اسلام ہوئے۔ شیخ علاالحق سے زیادہ اسلام کو فروغ ان کے صاحبزادے نورالحق کے ذریعے سے حاصل ہوا۔ آپ کی کوششوں سے بنگال میں اسلام کی کافی اشاعت ہوئی۔

ریاض السلاطین جو بنگال کی سیاسی تاریخ ہے، اس میں لکھا ہے کہ جب راجا گنیش تخت پر بیٹھا تو اس نے بہت سے علما و مشائخ کو قتل کرا دیا۔ اس کی کوشش یہ تھی کہ بنگال میں اسلام کی

اشاعت نہ ہو۔ شیخ نورالحق نے جو 'نور قطب عالمؒ' کے لقب سے مشہور ہوئے، جون پور کے بادشاہ ابراہیم شرقی کو مدد کے لیے لکھا۔ جون پور سے ایک بڑی فوج بنگال کے لیے روانہ ہوئی۔ راجا ڈرا، اس نے شیخ سے سفارش کرانی چاہی۔ شیخ نے اسے اسلام کی تلقین کی۔ راجا تو نہیں مگر اس کی اجازت سے اس کا بیٹا جدو مسلمان ہوگیا۔ فوج واپس ہوگئی۔ راجا گنیش کے مرنے کے بعد جدو سلطان جلال الدین ابومظفر شاہ کے نام سے تخت نشین ہوا۔ اس کے عہد میں بنگال میں کثرت سے اسلام پھیلا۔ حضرت نور قطب عالم کی وفات ۱۸۱۸ء مطابق ۸۱۵ھ میں ہوئی۔ حضرت نور قطب کے بعد ان کے بیٹوں نے اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا کام جاری رکھا۔ ان میں سے شیخ حسام الدین نے اس سلسلے میں کارہاے نمایاں انجام دیے۔ یہ بزرگ صاحبِ تصانیف تھے۔

● **آسام:** آسام میں حضرت شیخ جلال الدین فارسیؒ اسلام کی نعمت لے کر تشریف لے گئے۔ اشاعت اسلام کے سلسلے میں ان کی سعی لائق تحسین ہے۔ سلہٹ میں ان کا مزار ہے۔

● **ہندو تاجر:** ہندو تاجر موتیوں کی تجارت کرتے تھے۔ قدیم زمانے سے بحرین کی منڈی میں ان کی آمدورفت تھی۔ بحرین پر مسلمانوں کا قبضہ نبی کریمؐ کے عہد مبارک ہی میں ہوگیا تھا۔ ہندو تاجر یہاں آتے، مسلمانوں سے ان کا ملنا جلنا ہوتا، بہت سے ہندو مسلمانوں کے اخلاق سے متاثر ہوکر اسلام قبول کر لیتے اور پھر اسلام کا پیغام لے کر لوٹتے اور برادرانِ وطن تک پہنچاتے تھے۔

● **صوفیا و علما:** ہندستان میں اشاعت اسلام کے سلسلے میں صوفیاے کرام اور علما نے جو خدمات انجام دی ہیں وہ ناقابلِ فراموش ہیں۔ اس کا اعتراف آرنلڈ، ڈاکٹر سی آر وِلسن اور ڈاکٹر راجندر پرساد تک نے کیا ہے۔ جب مجدد الف ثانیؒ جہانگیر کے حکم سے قید کیے گئے تو انھوں نے قید خانے میں اپنے وعظ اور تلقین سے سیکڑوں ہندوؤں کو حلقۂ بگوش اسلام کیا۔

سید شاہ فریدالدینؒ نے کستوار کے راجا کو اسلام میں داخل فرمایا۔ اس کے ذریعے سے اس علاقے میں اسلام کی اشاعت ہوئی۔ یہ زمانہ عالم گیر کا ہے۔ ناسک میں اب تک حضرت محمد صادق سرمستؒ اور خواجہ اخوند میر حسینیؒ کی برکتوں کا اعتراف کیا جاتا ہے۔ دھاڑواڑ کے لوگ اپنے اسلام کو حضرت شیخ ہاشم گجراتی کا فیض بتاتے ہیں۔ حضرت شیخ ہاشم، ابراہیم عادل شاہ کے مرشد تھے۔

بہت سے بزرگ محمود غزنوی کے ساتھ ہندستان آئے تھے۔ انھوں نے دعوت وارشاد کا

کام ہندستان میں رہ کر کیا۔ ان داعیان میں ایک مشہور بزرگ شیخ ابوشکور سالمیؒ بھی تھے جو ابومحمد چشتیؒ کے حکم سے محمود غزنوی کے ساتھ ہندستان آئے۔ موصوف نے میو قوم کو اسلام کی دعوت دی اور اشاعتِ دین کی غرض سے ان کے درمیان سکونت اختیار کی۔ مخدوم علی ہجویری لاہوریؒ کے ہاتھ پر کثیر تعداد میں لوگ ایمان لائے جن میں سے رائے راجو کا ذکر خاص طور پر کیا جاتا ہے۔ آپ نے اسے شیخ ہندی کا لقب عطا فرمایا۔ خواجہ معین الدین چشتیؒ کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ جوق در جوق لوگ آپ کے دست مبارک پر ایمان لے آئے۔ سید احمد توختہ ترمذی نے لاہور کو اپنا وطن بنایا۔ آپ کے ذریعے سے ہزاروں اشخاص کو ایمان کی دولت حاصل ہوئی۔

● **بعض انفرادی کوششیں:** بعض لوگوں نے انفرادی طور پر دعوت و تبلیغ سے دل چسپی لی۔ مولوی بقا حسین خاں گھوم پھر کر دعوت و تبلیغ کا کام کرتے تھے۔ چند سال میں ۲۲۸ اشخاص آپ کے ذریعے سے ایمان لے آئے۔ ان کا تعلق کان پور، اجمیر، ممبئی اور دیگر شہروں سے تھا۔ مولوی حسن علی کے ذریعے سے ۲۵/افراد مشرف بہ اسلام ہوئے جن میں سے ۱۲ پونہ اور باقی حیدرآباد اور دیگر شہروں سے تعلق رکھتے تھے۔ نومسلم شیخ عبیداللہ اپنے مطالعے اور تحقیق سے ایمان لے آئے اور ۴۶ سال تک دعوت و تبلیغ میں لگے رہے۔ ۳۷۵ گھرانوں کو انھوں نے مشرف بہ اسلام کیا۔

● **مسلم حکمران و بادشاہ:** یہ ایک حقیقت ہے کہ مسلم بادشاہوں نے تبلیغِ دین کی طرف توجہ نہیں کی۔ وہ فاتحین جنھوں نے شمالی ہند یا دکن میں حکومتیں قائم کیں وہ اشاعتِ اسلام کے فریضے کا احساس نہیں رکھتے تھے، اور یہ بھی کہ بعض کو ملک گیری اور خانہ جنگی کی وجہ سے اس کا موقع ہی نہ مل سکا۔ فاتح مسلمان اکثر مغل یا تاتاری تھے جنھیں دین کا وہ فہم حاصل نہیں تھا جو انھیں حاصل ہونا چاہیے تھا۔ دورِاول کے عرب مسلمانوں اور تاجروں میں جو جوش و خروش دکھائی دیتا ہے وہ ان کے یہاں ناپید نظر آتا ہے۔ یہاں فیروز شاہ تغلق کا ایک استثنا ہے۔ اس کے اندر دعوت و تبلیغ کا جذبہ موجود تھا۔ مسلمان بادشاہوں میں اورنگ زیب عالم گیرؒ کے دل میں بھی فروغ اسلام کی تمنا پائی جاتی تھی لیکن باقاعدہ منصوبہ بند طریقے سے کام کرنے کا موقع اسے نہیں ملا۔ تاریخ فرشتہ میں ہے: ''فروغ اسلام کے جوش و جذبے میں اس نے نومسلموں کے ساتھ تو دریادلی اور فیاضی دکھائی لیکن ساتھ ہی وہ دوسرے مذاہب کے پیروؤں پر مذہبی امور میں کسی سختی کا روادار نہیں ہوا''۔

قرآن، حدیث اور اجماع کی روشنی میں دستور جماعت اسلامی

معیارِ حق کون ہے؟

مرتبہ: مولانا عبدالرحیم اشرف

تدوینِ نو: عبدالحی ابڑو، شکیل عثمانی، خلیل الرحمٰن چشتی

ملنے کے مقامات:

- مکتبہ دارالکتب السلفیہ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور۔ فون: 042-37351505
- مکتبہ معارف اسلامی، ڈی-۳۵، بلاک ۵، فیڈرل بی ایریا، کراچی۔ فون: 021-36349840
- خلیل الرحمٰن چشتی: مکان نمبر 644، مین روڈ، ای الیون، اسلام آباد۔ فون: 0331-5560900

✓ بغیر ٹیکے اور بغیر ٹانکے سفید موتیا کا علاج ✓ آنکھوں کے ٹیڑھے پن کا علاج ✓ آنکھ پوری نہ کھلنے کے لئے Ptosis آپریشن

✓ قریب اور دُور کی نظر بیک وقت صحیح کرنے والا Multifocal لینز ✓ مسلسل پانی بہنے، گلٹی اور ناسور کا علاج بذریعہ Probing اور DCR

✓ CR-3 آپریشن کے ذریعے مستقل علاج ✓ سفید موتیا کے آپریشن کے بعد بننے والی جھلی کا بذریعہ Yag لیزر علاج

✓ کالا موتیا کا Argon، Yag اور Diode لیزر کی مدد سے علاج ✓ مختلف بیماریوں سے خراب ہو جانے والے قرنیہ کو تبدیل کر کے نیا قرنیہ لگانے کا انتظام

✓ آنکھ کے پردے کے اُکھڑ جانے (Retinal Detachment) کا آپریشن

✓ آنکھ کے اندر خون جمع ہو جانے (Vitreous Hemorrhage) کا آپریشن

✓ ذیابیطس اور دیگر بیماریوں سے Retina کو پہنچنے والے نقصان کا بذریعہ لیزر علاج

✓ Excimer لیزر کے ذریعے Epi-LASIK آپریشن کی مدد سے عینک سے نجات

ڈاکٹر آصف کھوکھر

ایم بی بی ایس (پنجاب) ایم سی پی ایس (آئی) ایم اے (علوم اسلامیہ)

Vitreoretinal, phaco, laser, and oculoplastic surgeon

AMERICAN ACADEMY OF OPHTHALMOLOGY
The Eye M.D. Association
MEMBER

آئی سرجن **لاہور میڈیکیئر** انسٹیٹیوٹ آف آفتھیلمالوجی لاہور

www.drasifkhokhar.com

Cell: 0333-4102266 Email: drasifkhokhar@hotmail.com

کشمیر: جدوجہد کی موجودہ لہر کا سبق

سیّد علی گیلانی

میرے عزیز ہم وطنو اور نوجوانو! اللہ کی رحمتیں آپ پر ہوں جو دو جہانوں کا مالک ہے۔ وہ خدائے ذوالجلال! جس نے نہتے کشمیریوں کو دُنیا کی بہت بڑی فوجی طاقت کے سامنے کھڑا ہونے کا حوصلہ دیا۔ وہ فوجی طاقت، بھارت جس نے ظلم و وحشت اور درندگی کو ہتھیار بنا کر ہماری مقدس سرزمین پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے۔ یہ خدائے مہربان کا فضل و کرم ہے جس نے نہتے، بہادر کشمیری عوام کی جرأت اور دلیری کے سامنے دشمن کے ہیبت ناک ہتھیاروں کو بے معنی بنا کر رکھ دیا ہے اور آج کشمیری، متکبر ہندو بادشاہت کی آہنی زنجیریں توڑ کر حصول آزادی کے حتمی مرحلے میں داخل ہو چکے ہیں۔ ہماری جدوجہدِ آزادی کا یہ مرحلہ مکمل ہوا ہے۔ اس تاریخی مرحلے پر میں آپ کو سلام پیش کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے لازوال عزم و ہمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بھارت کی ہیبت ناک فوج کو نہتے، خالی ہاتھوں عظیم شکست سے دوچار کر دیا ہے۔ آج بھارت کے چہرے سے تمام نقاب اُتر چکے ہیں۔ جمہوریت کا خوش نما نقاب، ترقی اور قانون کی حکمرانی کا نقاب بھارتی فوجیوں کے بوٹوں تلے روندے جا رہے ہیں۔

میرے جوانو! آج ہمارے اور آزادی کے درمیان واحد رکاوٹ یہ بندوق بردار بھارتی فوجی ہیں، جو اپنے محفوظ بنکروں میں خودکشیاں کر رہے ہیں، جب کہ بھارتی ریاست ہمارے عزم و ہمت کے سامنے لرز رہی ہے۔ اگرچہ ان کے پاس لاکھوں بندوقیں ہیں لیکن وہ ہمارے سچ کا مقابلہ کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتے کیونکہ کبھی بھی بندوقوں سے سچ کو قتل نہیں کیا جا سکا۔

- یہ وہ تقریر ہے جو سیّد علی گیلانی صاحب نے تحریکِ آزادیِ کشمیر کی موجودہ لہر کے ۱۰۰ دن مکمل ہونے پر نوجوانوں سے فرمائی۔ گیلانی صاحب کی نظرثانی کے بعد عالمی ترجمان القرآن کے قارئین کے لیے پیش ہے۔